© rasailojaraid.com

پاکستان میں بین الاقوامی سیرت کانفرنس
اور
میرے مشاہدات وتاثرات

(۷)

سعید احمد اکبرآبادی

آج جمعہ کا دن تھا۔ اس لئے لنچ سے فارغ ہوکر ہم سب لوگ شبرباؤ پارک (جو پہلے پولو گراؤنڈ تھا) پہونچے، لاہور کی بادشاہی مسجد کی طرح یہاں بھی پندرہ سولہ لاکھ سے کم کا مجمع نہ ہوگا۔ امام حرم کعبہ شیخ عبداللہ بن سبیل نے امامت کی، نماز کے بعد کچھ مقامی اور بیرونی حضرات نے وعظ کے رنگ میں تقریریں کیں، اس سے فراغت ہوگئی تو سب لوگ قائداعظم میموریل گئے، یہاں سے مندوبین کونیشنل میوزیم لایا گیا۔ یہاں قرآن مجید کے مخطوطات کی نمائش تھی، اس کا افتتاح پاکستان کے وزیر تعلیم میاں عطاء اللہ نے کیا۔ نمائش میں قرآن مجید کے بعض نہایت نادر اور نایاب نسخے، کوفی، ریحان، بہار، ثلث اور خط غبار وغیرہ مختلف خطوں میں اور یا قوت مستعصمی اور عبدالباقی حداد اور ابن سہروردی وغیرہم ایسے نامور خطاطوں کے ہاتھ کے لکھے ہوئے اور نہایت مرصع اور مطلا موجود تھے۔ میں نے قرآن مجید

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

کے مخطوطات کا سب سے بڑا اور عجیب وغریب ذخیرہ مشہد (ایران) میں دیکھا ہے اُس کے بعد یہ ذخیرہ دیکھ کر طبیعت بہت محظوظ ہوئی لیکن یہ سب کچھ بہت رواروی میں دیکھا، کیونکہ ابھی ایک اور مصروفیت تھی۔ اسے بھی نمٹا دینا تھا۔ چنانچہ پانچ بجے شام کو اہالیان شہر کراچی کی طرف سے ایک عظیم الشان استقبالیہ ہوا جس میں حسب قاعدہ ومعمول مندوبین کی خدمت میں ایک سپاسنامہ پیش کیا گیا جسے حاجی قاسم عباس پٹیل نے پڑھا اور مندوبین کی طرف سے لیبیا کے وزیر شیخ عبد السلام نے اس کا جواب دیا، اس موقع پر مولانا قاری محمد طیب صاحب نے بھی مختصر تقریر میں سیرت کانفرنس کی اہمیت و افادیت اور حکومت پاکستان کی اس سلسلہ میں جد وجہد اور اُس کی مساعی پر شکر گذار آنہ روشنی ڈالی۔ شب میں ڈنر سندھ کے گورنر کی طرف سے گورنمنٹ ہاؤس میں ہوا جو حسب معمول نہایت پر تکلف اور شاندار تھا۔ ڈنر کے بعد انھوں نے ایک تقریر کی، اُس کا جواب ہماری طرف سے یمن کے شیخ الصباحی نے دیا، شیخ محمد عبد اللہ بن سبیل نے عالم میں امن وامان کے قیام اور مسلمانوں کے لئے توفیق خیر وعمل کے لئے دعا کی۔

دوسرے دن یعنی ۱۲ مارچ کو کوئٹہ جانے کا پروگرام تھا، لیکن جیسا کہ عرض کیا جا چکا ہے۔ یہ پروگرام منسوخ ہوگیا تھا، اس بنا پر آج کا دن شام تک خالی تھا، اس لئے اس سے بہتر موقع اور کیا ہوسکتا تھا، میں ناشتہ کر کے ابھی فارغ ہوا ہی تھا کہ مونا اور مسعودہ آگئے اور مجھے اپنے ساتھ گھر لے آئے، میرے اعزہ اور اقربا اور دوست احباب جو کراچی میں پھیلے ہوئے ہیں اُن کو شب میں ریڈیو سے اور صبح اخبارات کے ذریعہ کوئٹہ کے پروگرام کے منسوخ ہونے کا علم ہو ہی گیا تھا، اس لئے مونا کے مکان پر آنے جانے والوں کا تانتا بندھا رہا اور میں شام تک یہیں رہا۔

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

وزیراعظم کا استقبالیہ اور اُن کی تقریر

پہلے سے مطبوعہ پروگرام میں تو نہیں تھا لیکن جب کوئٹہ کا سفر ملتوی ہوگیا تو اچانک وزیراعظم مسٹر بھٹو کی طرف سے استقبالیہ کا پروگرام بن گیا اور اُس کے دعوت نامے وقت کے وقت ہم لوگوں میں تقسیم ہوگئے، یہ استقبالیہ وزیراعظم سندھ کی کوٹھی پر پانچ بجے شام کو دیا گیا، مہمانوں کی نشست کا انتظام شامیانوں کے نیچے وسیع وعریض لان پر تھا۔ ہم لوگ وقت سے کچھ پہلے ہی ایک دائرہ کی شکل میں اپنی اپنی نشستوں میں جاکر بیٹھ گئے ٹھیک پانچ بجے تھے کہ وزیراعظم، مولانا کوثر نیازی، بعض اور وزراء اور باڈی گارڈ کے ساتھ تشریف لے آئے، بوٹا سا قد، نہایت اعلیٰ سوٹ میں ملبوس، چہرہ پر بھولاپن اور سادگی مگر اولوالعزمی، فراست اور ذہانت پیشانی اور بشرہ سے عیاں، آئے، لوگوں کا سلام لیا اور ایک صوفہ پر جو اُن کے لئے مخصوص تھا مولانا کوثر نیازی کے ساتھ بیٹھ گئے، اب قرآن مجید کی تلاوت ہوئی اور اس کے بعد انھوں نے انگریزی میں ایک خاصی طویل تقریر کی، مسٹر بھٹو انگریزی زبان کے مشہور مقرر اور خطیب ہیں، اس لئے ادبی حیثیت سے اس تقریر کا جو پایہ ہوسکتا ہے وہ تو ظاہر ہی ہے البتہ معنوی حیثیت سے انھوں نے جو کچھ کہا وہ دلچسپ اور قابل غور ہے:

انھوں نے مندوبین کی زحمت فرمائی کا شکریہ ادا کیا اور موضوع و مقصد کے لحاظ سے کانفرنس کی اہمیت کا تذکرہ کرتے ہوئے فرمایا کہ "آج کی دنیا میں تین طاقتیں بڑی ہیں جنھوں نے انسانی افکار و خیالات کو غیر معمولی طور پر متاثر کیا ہے، اور وہ یہ ہیں: (۱) مذہب (۲) نیشنلزم اور (۳) تصوریت (Idealism)، ان تینوں میں جنگ برپا ہے، لیکن دنیا کا امن و امان اور انسانی فلاح و بہبود کا دار و مدار اس پر ہے کہ ان تینوں میں تطبیق اور باہم گر صلح صفائی پیدا کی جائے۔ فاضل مقرر

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

نے یہ بات زور دیکر اور مکرر کہی اور پھر علمائے اسلام کو خطاب کر کے فرمایا: وقت کا مطالبہ اور تقاضہ ہے کہ آپ حضرات بیدار ہوں اور مسلمانوں کو یہ بتائیں کہ اسلام کی تعلیمات اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے اسوۂ مبارکہ کی روشنی میں ان تینوں میں تطبیق کی راہ کیا ہے؟ اور وہ کیونکر ممکن ہے، یہ وقت ان تینوں میں تصادم و تزاحم (Confrontation) کا نہیں ہے، بلکہ مصالحت ومسالمت (Reconciliation) کا ہے، اس سلسلہ میں اپنے نقطۂ نظر کی مزید وضاحت کرتے ہوئے انھوں نے کہا: "میں نے سنا ہے کہ لاہور کے اجلاس سیرت میں یہ کہا گیا ہے کہ ہم کو ماڈرن مین (Modern Man) کی ضرورت نہیں بلکہ مورل مین (Moral Man) کی ہے اگر واقعی ایسا کہا گیا ہے تو میں کہتا ہوں کہ یہ نظریہ غلط ہے، بلکہ ہم کو ایسے انسان کی ضرورت ہے جو بیک وقت ماڈرن (جدید) بھی ہو اور مورل (اخلاقی) بھی"۔

انھوں نے مزید کہا: "اسلام ایک زندہ اور فعال اور متحرک (dynamic) مذہب ہے، وہ انسانی تہذیب وتمدن، علوم وفنون اور سائنس ٹکنالوجی میں ترقی کا مخالف نہیں بلکہ اس کا ممد ومعاون ہے اور جو جدید افکار و نظریات پیدا ہوں ان کا کیمیاوی تجزیہ وتحلیل کر کے خذ ما صفا ودع ما کدر پر عمل کرنے کی تحریص وترغیب کرتا ہے، لیکن افسوس ہے کہ وقت کے تقاضہ اور مطالبہ سے جب نئے حالات پیش آتے ہیں تو علمائے کرام بالغ نظری سے اُن کا جائزہ لے کر فوراً کوئی فیصلہ نہیں کرتے اور اُن کا رویہ متفاوت مجہول کا اور منفی ہوتا ہے مگر وقت کے دھارے پر بند باندھنا تو کسی کے اختیار میں نہیں ہے، اس لئے جب پانی سر سے گذر جاتا ہے تو اب علما بیدار ہوتے ہیں، مگر وقت کا کارواں بہت آگے جا چکا ہوتا ہے اس لئے مسلمان ترقی کے میدان میں پیچھے رہ جاتے ہیں اور ان خرابیوں سے متاثر ہوئے بغیر نہیں رہتے جو علما

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

کے منفی انداز فکر اور حالات زمانہ سے بے تعلقی کے باعث وقت کی جدید تحریکوں میں پیدا ہوگئی تھیں، اس سلسلہ میں انھوں نے زور دیکر کہا کہ کل جب عالم اسلام برطانوی اور فرانسیسی استعمار و شہنشاہیت کے پنجہ میں جکڑا ہوا تھا اُس وقت اسلامی ملکوں کے علماء نے استخلاص وطن کے لئے کیا جد وجہد کی، قوم کو کیا رہنمائی دی، اس ضمن میں انھوں نے پردہ کا بھی ذکر کیا اور کہا کہ ہمارے قدیم طرز کے گھرانوں میں جس قسم کے پردہ کا چلن ہے وہ صرف خوشحال اور امیر گھروں میں نبھ سکتا ہے، غریب مزدوروں اور کسانوں کی عورتوں کو محنت مزدوری یا کھیتی باڑی کے کام کرنے ہوتے ہیں، وہ کسب معاش کے لئے اس پر مجبور ہیں، وہ کس طرح اس پردہ کو اختیار کرسکتی ہیں؟ یہ اور اس قسم کے بہت سے مسائل ہیں جن کو عہد حاضر کے معاشی اور سماجی حالات وظروف نے پیدا کر دیا ہے، علمائے کرام کو اسلام کی تعلیمات اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے اسوۂ حسنہ کی روشنی میں ان کا حل پیدا کرنا چاہئے۔" انھوں نے یہ بھی فرمایا: "پاکستان اسلام کا قلعہ ہے، میں نے اور میری گورنمنٹ نے یہ قطعی فیصلہ کر لیا ہے کہ جس طرح بھی ہوگا ہم اسلام کی حفاظت اور اپنے تمام معاملات اور امور و مسائل میں اسلامی تعلیمات اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی سیرت مقدسہ کی پیروی کریں گے۔"

تقریر ختم ہوئی اور وزیراعظم جناب ذوالفقار علی بھٹو ابھی اپنی نشست پر بیٹھے بھی نہیں تھے کہ کویت کے وزیر اوقاف شیخ رفاعی ادبا کے کھڑے ہوگئے اور بولنا شروع کر دیا، انھوں نے وزیراعظم کے لئے عزت واحترام کے جذبات کا اظہار اور اُن کی مہمان نوازی کا شکریہ ادا کیا اور امور ذیل سے متعلق اپنا اختلاف بیان کیا۔

(۱) انھوں نے کہا کہ اسلام خود ایک مکمل Idealogy اور مکمل دستور زندگی ہے، اس بنا پر اس کو عہد حاضر کے کسی مدرسۂ فکر یا Idealogy سے مصالحت کرنے کی ہرگز کوئی ضرورت نہیں ہے۔"

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

(۲) یہ کہنا درست نہیں ہے کہ برطانوی یا فرانسیسی استعمار کے زمانہ میں علمائے اسلام خاموش رہے اور انھوں نے قوم کو کوئی روشنی نہیں دی، ہندوستان اور مصر میں ایسے علماء پیدا ہوئے ہیں جنھوں نے استخلاص وطن کے لئے عظیم جد و جہد کی، قربانیاں دیں اور آخرکار وہ کامیاب ہوئے۔

(۳) پردہ کی نسبت انھوں نے کہا کہ یہ شریعت کا حکم ہے، اس میں ردوبدل نہیں ہو سکتا۔

وزیراعظم مسٹر بھٹو نے اپنی تقریر میں افغانستان اور پاکستان کے باہمی تعلقات میں یک گونہ بدمزگی اور ناخوش گواری کا ذکر بھی رنج اور افسوس کے ساتھ کیا تھا اس لئے شیخ رفاعی کے بعد افغانستانی مندوب ڈاکٹر روفی اللہ نائب وزیر تعلیم افغانستان نے ایک مختصر مگر نہایت معقول اور مصالحانہ تقریر کی، انھوں نے وزیراعظم کے ادب و احترام کی مکمل رعایت کے ساتھ اپنی اور افغانستان گورنمنٹ کی طرف سے پاکستان گورنمنٹ کی مہمان نوازی کا شکریہ ادا کرتے ہوئے کہا کہ افغانستان اور پاکستان دونوں ایک دوسرے کے بھائی اور پڑوسی ہیں، اس بنا پر اگر کچھ بدگمانیاں اور رنجشیں ہیں تو اُن کو باہمی گفت و شنید کے ذریعہ دور کرنا چاہیئے اور اس کے لئے افغانستان گورنمنٹ صدق دل اور خلوص کے ساتھ ہر وقت آمادہ ہے، میں گورنمنٹ کی طرف سے اس کا یقین دلاتا ہوں[1]

---

[1] ڈاکٹر روفی اللہ سمیعی نہایت خلیق و متواضع اور وسیع المطالعہ عالم و فاضل شخص ہیں، فارسی تو ان کی مادری زبان ہے ہی، انگریزی اور عربی زبان میں بھی اچھے مقرر ہیں، چند ملاقاتوں میں ان سے گہرا دوستانہ ہوگیا، میں فارسی شعراء میں عرفی اور نظیری کی طرح کلام بیدل کا عاشق ہوں، جناب موصوف نے میرے اس ذوق کی رعایت سے چار بڑے بڑے بنڈل (بقیہ حاشیہ اگلے صفحہ پر)

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

ابھی یہ تقریر ختم ہوئی تھی کہ مغرب کا وقت ہوگیا، وہیں لان پر موذن نے اذان دی، نماز با جماعت کا پہلے سے انتظام تھا۔ وزیر اعظم مسٹر بھٹو بھی اپنے عملہ کے ساتھ نماز میں شریک تھے، نماز سے فراغت کے بعد سب حضرات پنڈال میں جمع ہونے کے لئے آرہے تھے تو اس وقت مولانا کوثر نیازی میرے ساتھ تھے، میں نے ان سے کہا: "آخر وزیر اعظم کی تقریر میں ایسی کونسی بات تھی جس کی تردید کرنا شیخ رفاعی کے لئے ضروری تھا؟ علاوہ ازیں میں نے کہا، میرے نزدیک یہ بھی نامناسب بات تھی کہ وزیر اعظم کی استقبالیہ تقریر کے بعد کوئی شخص اس کی تردید میں تقریر کرے، افسوس ہے کہ اچھے اچھے لوگ بعض اوقات مجلسی آداب سے اس درجہ بیگانہ ہو جاتے ہیں۔" مولانا نے یہ سن کر فرمایا: "تو کیا آپ اس وقت تقریر کرنا پسند کریں گے؟" میں نے عرض کیا: "مجھے کوئی عذر نہیں ہے، لیکن پھر اگر میری تقریر کے جواب میں شیخ رفاعی یا کوئی اور عرب کھڑے ہو گئے

(بقیہ حاشیہ صفحہ گذشتہ) مطبوعات افغانستان کے ازراہ کرم مجھے افغانستان سے بھیجے ہیں جن میں بیدل کے کلام کی چار نہایت ضخیم جلدیں اور ایک جلد صلاح الدین سلجوقی کی کلام بیدل پر نقد و تبصرہ کی بھی ہیں، ان کے علاوہ امیر خسرو پر ایک کتاب، بعض شعراء کے دواوین اور تاریخ افغانستان پر ایک کتاب بھی ان بنڈلوں میں شامل ہیں، مراجعتِ وطن کے بعد سے اب تک موصوف سے خط و کتابت جاری ہے۔ انھوں نے مجھ سے یہ وعدہ بھی لیا ہے کہ کسی موقع سے اسلامیات پر چند لکچروں کے لئے وہ مجکو افغانستان آنے کی دعوت دیں گے تو میں اس دعوت کو منظور کرلوں گا۔ اس موقع پر یہ جتا دینا بھی ضروری ہے کہ سیرت کانفرنس کی طرف سے مندوبین کا جو تعارف نامہ شائع ہوا ہے اس میں موصوف کا نام "وصی اللہ" لکھا ہوا ہے، لیکن اُن کے خطوط سے معلوم ہوا کہ ان کا نام وصی اللہ نہیں بلکہ ولی اللہ ہے۔

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

تو بہت برا ہوگا اور استقبالیہ کا میدان بحث و مناظرہ کا میدان بن جائے گا اور یہ سخت نامناسب بات ہوگی۔"

بہر حال بات رفت و گزشت ہوگئی، ہم سب لوگ جب پنڈال میں داخل ہوکر اپنی اپنی جگہوں پر بیٹھ گئے تو مولانا کوثر نیازی نے مسٹر بھٹو سے پوچھا کہ وہ کیا شیخ رفاعی کے جواب میں تقریر فرمائیں گے، لیکن مسٹر بھٹو نے انکار کر دیا اور خاموش بیٹھ گئے، اب چائے کا دور شروع ہوا جو حسب معمول نہایت پر تکلف تھی، اس کے بعد مسٹر بھٹو اٹھے اور پورے پنڈال کا چکر لگا کر ہر ہر مندوب سے ملاقات کی اور مصافحہ کیا، مولانا کوثر نیازی اُن کے ساتھ تھے، وہ فرداً فرداً ہر شخص کا تعارف کراتے جاتے تھے، میں اور سید صباح الدین عبدالرحمٰن صاحب ایک ساتھ ہی بیٹھے ہوئے تھے، جب مسٹر بھٹو نے مسکرا کر گرمجوشی سے ہم سے مصافحہ کیا، مجھے ایسا محسوس ہوا کہ وہ کچھ فرمانا چاہتے تھے مگر کچھ دیر رُکے اور پھر آگے بڑھ گئے۔

اس کے بعد انٹرکونٹی نینٹل ہوٹل میں موتمر عالم اسلامی جس کے سکرٹری جناب انعام اللہ خاں صاحب بڑے سنجیدہ اور مخلص مسلمان ہیں اس کی طرف سے ایک استقبالیہ تھا۔ اس کی صدارت انڈونیشیا کے ڈاکٹر محمد ناصر نے کی، اس موقع پر "اسلام کے تحفے" (Gifts of Islam) کے نام سے ایک فلم دکھائی گئی، اور موتمر عالم اسلامی (پاکستان) کی بعض مطبوعہ کتابیں مندوبین کو ہدیہ کی گئیں، لیکن میں اس پروگرام میں شریک نہ ہوسکا کیونکہ وزیر اعظم کے استقبالیہ کے بعد سیدھا مسعودہ کے پاس چلا گیا۔ اور وہاں بچوں اور عزیزوں میں وقت گذاری کرتا رہا۔

رائٹرز فورم کا ڈنر

رائٹرز فورم آف پاکستان کا دفتر "حاجی کیمپ" میں ہے جو ایک نہایت وسیع و رشاندار بلڈنگ ہے، اس کے مالک مسٹر ولیکا ہیں جن کی نسبت کہا جاتا ہے کہ کروڑ پتی ہیں اور اُن بائیس خاندانوں میں سے ایک خاندان کے فرد

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

ہیں جن کے متعلق ایوب خاں مرحوم کے زمانہ میں مشہور تھا کہ پاکستان پر اقتصادی اعتبار سے قبضہ انھیں کا ہے۔ مسٹر ولیکا اس فورم کے صدر یا سکریٹری ہیں، ڈنر کا وقت ۸½ بجے تھا۔ میں مسعودہ اور مونا کے ساتھ حاجی بلڈنگ پہونچا تو منتظمین نے کار کو گیٹ پر ہی روک لیا، مونا جو خود کار چلا رہے تھے انھوں نے منتظمین سے حجت کرنی چاہی۔ لیکن میں نے روک دیا اور مسعودہ اور مونا کو واپس کر کے میں پاپیادہ بلڈنگ میں داخل ہوا۔ ابھی دو چار قدم چلا تھا کہ جناب قاری محمد زاہر قاسمی مل گئے جو پاکستان کے نہایت مشہور قاری، مولانا قاری محمد طیب صاحب مہتمم دارالعلوم دیوبند کے بھتیجے اور سرکاری حلقوں میں رسوخ واثر رکھتے ہیں، وہ مجھے دیکھتے ہی آگے بڑھے اور پوچھا: "آپ پیدل کیسے ؟ کار کہاں ہے ؟" میں نے داستان سنائی تو سنتے ہی آگ بگولہ ہوگئے، نہایت درشت لہجہ میں گیٹ کے انچارج کو بلایا اور اس سے بازپرس کی کہ تم نے ایک معزز مہمان کے ساتھ ایسی بدتمیزی کیوں کی ؟ قاری صاحب کی ڈانٹ ڈپٹ سن کر بہت سے لوگ وہاں جمع ہوگئے، ان میں مسٹر ولیکا، میزبان خصوصی بھی تھے، انھوں نے مجھ سے معافی مانگی اور بات آئی گئی ہوگئی، اب قاری محمد زاہر قاسمی اور مسٹر ولیکا دونوں کا اصرار ہوا کہ مسعودہ اور مونا کو بھی بلوا لیجئے، ہم کار بھیجے دیتے ہیں، اُن کے گھر کا پتہ آپ بتا دیجئے، مگر میں نے سختی سے منع کیا اور کہا کہ جب وہ مدعو نہیں ہیں تو اب اُن کو بلانا نہ آپ کے لئے مناسب ہے اور نہ اُن کے لئے۔

میرے آنے پر یہ ہنگامہ ہوا لیکن درحقیقت قصور میرا ہی تھا، اصل بات یہ ہے کہ مندوبین کو جو بیج (Badge) ملے تھے اسے ہر مندوب اپنے سینہ پر آویزاں کئے ہوئے تھا، لیکن میری عادت یہ ہے کہ میں کانفرنس میں تو اسے لگا لیتا ہوں پبلک میں نہیں لگاتا، اس بنا پر گیٹ کا انچارج یہ سمجھا کہ میں مندوب نہیں، بلکہ کوئی مقامی

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

آدمی ہوں، اور گیٹ کے اندر صرف مندوبین کی کاروں کے جانے کا انتظام تھا، اندر داخل ہوا تو زیبائش و آرائش اور نگہت و نزہت کا عجیب عالم تھا۔ تمام بلڈنگ اندر اور باہر سے بقعۂ نور بنی ہوئی تھی، کھانے کا انتظام شامیانوں کے نیچے تھا لیکن کھانے سے قبل نشست کا انتظام کھلے میدان میں اس طرح تھا کہ ایک وسیع چبوترہ پر صوفوں اور کرسیوں کو مندوبین کے لئے مخصوص کر دیا گیا تھا اور چبوترہ کے نیچے کرسیوں کی جو لانبی قطاریں تھیں وہ مقامی لوگوں کے لئے تھیں جو بہت بڑی تعداد میں موجود تھے، ان میں پہلی تین قطاروں پر خواتین رونق افروز تھیں جو زرق برق پوشاکوں اور فیشن کے ساز و سامان کے باعث زینتِ بزم تھیں، کانفرنس کے دنوں میں یہ پہلا موقع تھا جب کہ خواتین کا اتنا بڑا مجمع اور وہ بھی اس درجہ شوخ ملبوسات میں ایک مجلس میں نظر آیا تھا۔ میرا اسی وقت ماتھا ٹھنکا کہ سعودی عربیہ کے علماء مردوں کی مجلس میں عورتوں کی شرکت کو اور وہ بھی اس شان خود نمائی و نگہ طلبی کے ساتھ سخت ناپسند کرتے ہیں خدا خیر ہی کرے۔

امام کعبہ کی برہمی

چنانچہ ایسا ہی ہوا، ڈنر کا وقت ½ ۸ بجے تھا، وقت کی پابندی میری فطرت ہے۔ ٹھیک اس وقت میں پہونچ گیا تھا، آگے پیچھے مندوبین اور دوسرے مہمان سب آچکے تھے، لیکن نو بجے، ساڑھے نو اور دس ہوئے، اور کھانا شروع ہونے کا کوئی سان گمان نہیں، طبیعت سخت پریشان اور متوحش کہ الٰہی! یہ ماجرا کیا ہے؟ آخر میں نے حکیم محمد سعید صاحب سے اس تاخیر خطیر کی وجہ پوچھی، انھوں نے بتایا کہ شیخ محمد عبداللہ بن سبیل ناراض ہوگئے ہیں، لوگ انھیں منانے گئے ہیں، وہ آجائیں تو کارروائی شروع ہو، آخر ساڑھے دس پونے گیارہ کا عمل ہوگا کہ امام صاحب اپنے ساتھیوں کے ساتھ تشریف لائے، فوراً کارروائی شروع ہوگئی، تلاوت کلام مجید اور استقبالیہ اڈریس کے بعد امام حرم کعبہ کھڑے ہوئے تو انھوں نے امر بالمعروف

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

اور نہی عن المنکر کا حق ادا کر دیا، انھوں نے فرمایا: "قرآن مجید میں صاف حکم ہے: ولا یتبرجن تبرج الجاھلیۃ اور وَلَا یُبْدِینَ زِینَتَھُنَّ اِلَّا مَا ظَھَرَ مِنْھَا یعنی عورتیں جب باہر نکلیں تو جاہلیت کے طور طریقوں کے مطابق نہ شوخ چشمی دکھائیں اور نہ اپنے اعضا اور بناؤ سنگار کی نمائش کریں، مگر ہاں وہ اعضا اور وہ زیور جس کا ظاہر ہونا ناگزیر ہو" علاوہ ازیں انھوں نے متعدد احادیث پڑھیں جو عورتوں کے لیئے شرم وحیا، حجاب اور مردوں کے ساتھ مخلوط نہ ہونے اور نماز میں مردوں اور لڑکوں کی صفوں سے پیچھے ان کی صف بندی کے احکام کے بارہ میں تھیں۔

اس کے بعد انھوں نے نہایت افسوس اور دردمندی کے ساتھ کہا کہ اس وقت مجھے یہ دیکھ کر سخت رنج اور ملال ہوا ہے کہ خواتین کو اگلی صفوں میں بٹھایا گیا ہے اور مردوں کو اُن کے رُوبرو یا اُن کے پیچھے جگہ دی گئی ہے، امام صاحب نے زور دے کر کہا کہ یہ قطعی طور پر شریعت کے احکام کی خلاف ورزی ہے اور خاص طور پر سیرت کانفرنس ایسے مقدس اور متبرک موقع پر اس کا وقوع پذیر ہونا بیحد افسوسناک ہے، معمول کے مطابق امام صاحب کی اس عربی تقریر کا ترجمہ انگریزی یا اردو میں ہونا چاہیئے، لیکن اس شعر

دور اندیش مریضوں کی یہ عادت دیکھی
ہر طرف دیکھ لیا جب تری صورت دیکھی

کی مصلحت آموزی کی بدولت ارباب استقبالیہ نے اس تقریر کا ترجمہ اڑا دیا اس بنا پر بہت سے لوگوں کو پتہ ہی نہ چلا کہ امام صاحب کیا شرربازی کر گئے ہیں، تقریر کے بعد جب سب نے تالیاں بجائیں تو لطف یہ ہے کہ عورتوں نے بھی تالیاں بجا کر امام صاحب کی اُن پر نوازش کی داد دی، یہی وہ مواقع ہوتے ہیں جن میں انگریزی کی ایک کہاوت کے مطابق لاعلمی کی برکت کی بات (Ignorance is bliss) کہا گیا

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

ہے۔ کھانے بہت لذیذ اور متنوع تھے مگر مجھ بندۂ سود و زیاں کی قسمت میں کہاں؟ وقت نکل جاتا ہے تو کھا نہیں سکتا، ایک مُرغ کی ٹانگ اٹھالی اور اُس سے شغل کرتا رہا۔

اخبارات میں وزیر اعظم کی تقریر کی رپورٹ

دوسرے دن یعنی ۲۴ مارچ کی صبح کو اخبارات پر نظر پڑی تو دیکھا کہ وزیر اعظم جناب ذوالفقار علی بھٹو کے استقبالیہ اور اُن کی تقریر کی رپورٹ کے سلسلہ میں کویت اور افغانستان کے نمائندوں کی تقریروں کا تو کہیں ذکر تھا ہی نہیں، مسٹر بھٹو کی تقریر کا جو متن شائع ہوا تھا اُس میں بھی تقریر کے بعض اجزا حذف کر دیے گئے تھے۔ یہ دیکھکر معاً خیال آیا کہ ملک تقسیم ہو گیا، ایک کے تین بن گئے، دو سیکولر قرار پائے اور ایک ملک اسلامی کہلایا مگر حالات میں کس درجہ یکسانیت ہے، وہاں امرجنسی ہے تو یہاں بھی امرجنسی، پریس پر سنسر ہر ایک ملک میں، مخالف پارٹیوں نے یہاں اُودھم مچا رکھا تھا جس کے باعث امرجنسی لگی تو مخالف پارٹیوں نے وہاں بھی طوفان اٹھا رکھے ہیں جس کی وجہ سے حکومت کا رویہ سخت تر ہوتا چلا جا رہا ہے، جو قوانین ہندوستان میں بنے وہی پاکستان میں بن رہے ہیں، اقتصادی اور معاشی خوشحالی و ترقی کا پروگرام دونوں ملکوں میں یکساں ہے۔

لنچ

آج دوپہر کو لنچ سندھ کے وزیر اوقاف کی طرف سے ایک ہوٹل میں ہوا۔ جس کا نام مجھے یاد نہیں رہا لیکن یہ ہوٹل سمندر کے کنارے ہے اور اسی مناسبت سے اس کا نام ہے، اعلیٰ قسم کے کھانوں کے ساتھ جگہ بہت پر لطف اور نزہت آفریں تھی اس لئے طبیعت بہت محظوظ اور منکیف ہوئی۔

ہمدرد نیشنل فاونڈیشن کا الوداعی ڈنر

شب میں ہمدرد نیشنل فاونڈیشن کی طرف سے الوداعی ڈنر ہوا، اس کی تقریب یہ ہوئی کہ ڈاکٹر محمد الیاس

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

صاحب جو ہمدرد نیشنل فاونڈیشن کے منیجر ہیں اور حکیم محمد سعید صاحب کے قریبی رشتہ دار بھی اس وقت ان کی دختر نیک اختر کا نکاح تھا اور کثرت سے مرد اور خواتین مدعو تھے، حکیم محمد سعید صاحب نے اس دعوت کو ہی مندوبین کا الوداعی ڈنر قرار دے دیا، اس سے ایک فائدہ یہ بھی ہوا کہ ممالک غیر کے حضرات کو پاکستان کے ایک مسلم گھرانہ میں شادی کی تقریبات کو دیکھنے کا موقع ملا۔ ڈاکٹر محمد الیاس میرے سینٹ اسٹیفنس کالج کے زمانہ کے شاگرد ہیں اور اُس وقت سے اُن کو میرے ساتھ محبت اور تعلق خاطر ہے اس لئے انھوں نے میرے ساتھ مسعودہ اور مونا کو بھی مدعو کر دیا تھا، میں لنچ کے بعد ہوٹل آنے کے بجائے سیدھا بچوں کے پاس چلا گیا اور نکاح اور ڈنر میں شرکت کے لئے مسعودہ اور مونا کے ساتھ یہاں پہونچا تو ایک جم غفیر دیکھا، مردوں اور خواتین کا انتظام الگ الگ تھا، یہاں کراچی کے بہت سے احباب سے بھی ملاقات ہوگئی، نکاح امام حرم شیخ محمد عبداللہ بن سبیل نے پڑھا، پوری تقریب بڑی سادگی سے اور خالص اسلامی طریقہ پر منائی گئی، نہ دھوم دھڑکا، نہ بینڈ باجا، نہ زیبائش و آرائش، نہ دکھاوا اور نہ نمائش، اس سادگی کو دیکھ کر طبیعت بہت خوش ہوئی۔

بنگلہ دیش کے وفد سے ملاقات

یہاں بنگلہ دیش کے وفد سے بھی ملاقات ہوئی، میں نے ان کو کانفرنس میں نہیں دیکھا، شاید ابھی دو ایک دن پہلے آئے تھے، یہ وفد دو حضرات پر مشتمل تھا ایک مولانا ایوب علی جو آج کل مدرسہ عالیہ ڈھاکہ کے پرنسپل ہیں اور دوسرے پروفیسر سراج الحق! حکیم محمد سعید صاحب نے تعارف کرایا تو مولانا ایوب علی صاحب نے میرا نام سنتے ہی لپک کر مجھ سے مصافحہ کیا اور حکیم صاحب کو خطاب کر کے فرمایا کہ "مولانا اکبر آبادی کو ہمارے ہاں کون نہیں جانتا، کیونکہ جس زمانہ میں یہ مدرسہ عالیہ کلکتہ کے پرنسپل تھے اس زمانہ میں ہمارے ہاں کے مدارس میں بھی ان کی شہرت تھی اور طلباء و اساتذہ میں ان کا چرچا رہتا تھا"۔ پھر مجھ سے مخاطب

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

فرمایا کہ اسی زمانہ میں ایک مرتبہ میں آپ سے مدرسۂ عالیہ، کلکتہ میں ملا بھی ہوں، آپ کو یاد نہیں ہوگا۔ اس کے بعد مولانا نے فرمایا: "جشن امام بخاری کے موقع پر ہمارا جو وفد روس گیا تھا اس نے بنگلہ دلیش واپس ہو کر آپ کی بڑی تعریف کی تھی کہ بے تکلف عربی بولتے ہیں اور سمرقند، بخارا اور تاشقند کے عظیم اجتماعاتِ مساجد میں عربی میں خوب تقریریں کیں جن کا ترجمہ روسی زبان میں روس کے مفتی ضیاء الدین بابا خان کرتے تھے۔" میں نے عرض کیا: اس قدر افزائی کا بہت بہت شکریہ! اس کی ایک وجہ یہ بھی ہے کہ روس کے دورانِ قیام میں ہر جگہ ہمارے ہندستانی وفد اور بنگلہ دلیش کے وفد کا قیام پاس پاس ہی رہا، اس لئے ہر وقت اٹھنا بیٹھنا، کھانا پینا، سیر و تفریح ساتھ ساتھ ہی رہتا تھا، اس لئے ان سے بڑا دوستانہ ہو گیا اور متعدد مواقع پر میں نے بنگلہ دلیش وفد کی عربی میں ترجمانی کا فرض بھی انجام دیا جس سے وہ حضرات میرے بڑے شکر گذار ہوئے، مونا بہت اچھی بنگلہ بول لیتے ہیں، میں نے مولانا سے اُن کا تعارف کرایا اور مونا نے ان سے بنگلہ میں بات چیت کی تو مولانا نہایت خوش ہوئے اور بولے: "اکبرآبادی صاحب! آپ کے داماد تو بہت اچھی بنگلہ بولتے ہیں۔" میں نے ہنسکر کہا: "جی ہاں! مگر پھر بھی آپ نے اِن کو وہاں رہنے نہیں دیا۔" مولانا جیسے کھسیانے ہو کر خاموش ہو گئے۔

(باقی)

© rasailojaraid.com